حقوق نسواں کے حوالے سے منتخب فیمنیسٹ خواتین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Opinions of a few Selected Feminist Women Regarding Feminism

مقالہ نگار: سدرہ گیلانی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

Email: S.gilanishah@yahoo.com

معاون مقالہ نگار: ڈاکٹر محمد انیس

لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

Email: manees332@gmail.com

Abstract

The role of women's rights is one of the major contemporary issues now a day. In this field of knowledge, publications have been prepared in terms of quantity and quality, and new assumptions' and results have come to light. A significant number of feminist women, including Amna Wadood, Fatima Merniss, Asra Noumani etc. argue that in the Islamic world, men have marginalized woman's rights by interpreting religious sources according to their own desires. These Religious scholars have presented interpretation of religious sources according to their own desires. The basic element of feminism is the struggle against dominance in society. It is evident from the books of Muslims Feminist scholars that the tone and style of these women are the same as those of the western world, because the issue with current interpretations of women's Rights, is that they interpret text without talking into account Islamic rules of interpretations. They proclaim the value of Jurisprudence in Religion, yet they are ignorant of its tenets. They have lack the attributes of Mujhtahid yet they encouraged anonymous thought. They interpret the Qur‘an but also ignore the understanding of the Qur‘an from Hadith. With this they pretend grant women rights, but on the contrary they robe them of such rights in and impose an anonymous node of duties on them, therefore, it is necessary to understand the efficacy of unreasonable demands. In feminist’s literature regarding women's rights, it is necessary to review whether the rights that feminist are demanding in their literature are in accordance with are contrary to the Qur‘anic teachings? So in this research paper an attempt will be made to find the answer to these questions.

Keywords: feminist literature, women rights, Qur‘anic teachings.

تعارف :

عصری مسائل میں ایک مسئلہ حقوق نسواں کا ہے۔ اس کے متعلق علم کے میدان میں معیار اور مقدار کے مطابق اشاعتیں ہوئیں اور نئے مفروضے اور نتائج سامنے آئے لیکن اس سلسلے میں فیمنزم کی علمبردار خواتین نے قرآن مجید کی ایسی تعبیریں پیش کیے جو ان کے مزموم ذہنی اختراعات پر مبنی ہیں۔ ان فیمنسٹ خواتین جس میں آمنہ ودود، اسماء برلاس، فاطمہ مرنیسی اور اسراء نعمانی وغیرہ شامل ہیں، کا یہ دعویٰ ہے کہ دینی مصادر کی تشریح میں خواتین کے حقوق و مقام کو نظر انداز کیا گیا ہے لہٰذا ان فیمینسٹ خواتین نے روایتی فکر اور منہج سے ہٹ کر قرآن کی نئی تعبیریں پیش کئے۔ اگر دیکھا جائے تو فیمینزم بطورِ فکر اور طریق دنیا بھر میں سماجی اور ادبی علوم کا حصّہ ہے اور اس سے متعلق مختلف مکاتبِ فکر موجود ہیں۔ ابتداء میں یہ تحریک خواتین کے حقوق کے طور پر رونما ہوئی جو بعد میں آزادی نسواں اور تحریکِ نسواں کے نام سے پہچانی جانے لگی۔ اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو مغرب میں خواتین کے حقوق کا تصوّر اُنیسویں صدی کی تحریروں میں ملتا ہے۔[1]

نسائیت:

آکسفرڈ ڈیکشنری کے مطابق لفظ "فیمنزم" فرانسیسی ماہرین نے سب سے پہلے 1837ء میں پیش کیا۔ جبکہ سال 1852ء کو فیمی نسٹ اور 1895ء کو فیمنزم کے اصلاحات کا سال قرار دیا جاتا ہے۔[2] اس کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ

“Feminist is the theory of political, economic and social equality of the sexes”.

"فیمینزم ایک سیاسی معاشی اور معاشرتی تحریک ہے جو صنفی مساوی حقوق کے لئے جدوجہد کرتی ہے"۔[3]

تانیثی ادب:

تانیثی ادب سے مراد وہ ادب ہے جس میں خواتین کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور دیگر جملہ حقوق سے متعلق اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔ نسوانی ادب ایک عملی مطالعہ کا شعبہ ہے جس کا مفروضہ یہ ہے کہ ادبی مطالعہ جو خواتین کی تجربوں پر مبنی ہے تاریخی طور پر ان کی جنس کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ اس حوالے سے بیسویں صدی میں فاطمہ مرنیسی کی تصنیف "women and Islam" اور آمنہ ودود کی کتاب "women and Qur‘an" جبکہ اکیسویں صدی کے آغاز میں آسماء برلاس کی کتاب "Believing women in Islam" اور اسراء نعمانی کی تصنیف "Standing alone in Makkah" کی مثالیں ملتی ہیں۔

اسلامی تانیثیت (Islamic Feminism)

مسلم معاشرہ میں نسائی فکر سے متعلق گزشتہ کچھ عرصے سے نیا رجحان سامنے آیا، اس رجحان کے مطابق نئی تعبیر و تشریح کے ذریعے خواتین کے حقوق اور تحفظ کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان محققین کا یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی نصوص کی تشریح میں مردانہ بالادستی کو مدّ نظر رکھا گیا

ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں مردانہ سوچ غالب ہے۔[4] لہٰذا بیسویں صدی میں ایک ایسا بیانیہ تشکیل دیا گیا جس کا تعلق مذہب سے ثابت کرنے کی کوشش کرنا ہے۔[5]

اسلامی نسائیت پسند خواتین کا ماننا ہے کہ پدر سری معاشرے کے مردوں نے اسلامی نصوص کی تشریح اس طرح سے کی ہے کہ وہ مردانہ بالادستی کو قائم کر سکے لہٰذا مسلم معاشرے کے علماء نے شریعت سے اپنی بالادستی کے ذرائع تلاش کر دیئے ہیں۔ اس کے ساتھ ان محققین کا مطالبہ ہے کہ اسلامی احکام کے اطلاق میں صنفی فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ ان خواتین میں آمنہ ودود، اسریٰ نعمانی اور فاطمہ مرنیسی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی احکام کے اندر رہتے ہوئے صنفی عدم مساوات کے خلاف مزاحمت کی جاسکتی ہے۔ اس کے مطابق اسلامی مساوات کی درست تعبیری تشریح ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ تحریکِ نسواں کا آغاز اگرچہ مغرب میں ہوا مگر اسلامی خواتین کے حقوق چودہ سو سال پہلے متعارف کئے جاچکے ہیں۔ اسلامی نسائی تحریک میں مختلف شعبوں میں خواتین کے فعال شرکت اور ایسے اُمور میں خواتین کی نمائندگی کی بات کی جارہی ہے جس پر صرف مردوں کا حق ہے مثال کے طور پر بطور خطیب اور امامہ خواتین کو متعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔[6]

ان کا خیال ہے کہ عورتوں کو بھی حق ہے کہ وہ اسلامی نصوص کی تعبیر و تشریح کریں۔ اجتہاد اس تعبیر نو کا بہترین عنصر ہے لیکن اس وقت حقوقِ نسواں کے باب میں جو تشریح پیش کی جارہی ہے ان میں اختلاف کی سب سے بڑی وجہ تفسیر کے اُصولوں سے ناشناسائی ہے جبکہ دوسری طرف حدیث، اقوالِ صحابہ اور تابعین کے فہم قرآن سے اعراض کرنا بھی ہے۔ یہ لوگ ایک طرف تو عورتوں کو حقوق دینے کی دعویدار ہیں لیکن اس کے برعکس ان کو بنیادی حقوق سے محروم کر کے ذمہ داریوں کی بے پناہ بوجھ ان کے اوپر ڈال دیتی ہے لہٰذا اگر دیکھا جائے تو ان مفکرین کی نظریات اور بیانیوں کا مرکز اسلامی تعلیمات نہیں بلکہ جنس صرف خاتون ہونا چاہئے۔[7]

حقوقِ نسواں / تحریکَ نسواں:

مساواتِ حقوق، تحریکِ تانیثیت، تحریک تانیث اور حقوقِ نسواں جیسے نام سے بے شمار تحریکیں چلائی گئیں۔ ڈاکٹر مبارک علی کہتے ہیں کہ "گزشتہ ایک سو دس سال سے خواتین کے حقوق کے تحفظ، مسائل کے تدارک اور استحصال پر مسلسل دن منائے جارہے ہیں لیکن عورت آج بھی عملاً اپنی ساری حیثیت سے محروم ہے یقیناً معاشرتی احوال میں تبدیلی فطری ہے جبکہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے ایک تیز سماجی انقلاب پیدا کر دیا ہے جس کے نتیجے میں عورت قید و بند سے بڑی حد تک آزاد ہوتی چلی گئی۔[8]

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو دنیائے تاریخ میں اسلام نے سب سے پہلے عورت کو خودمختاری سے نوازا لیکن بدقسمتی سے آج اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ فیمینسٹ طبقے نے اپنی تالیفات کے ذریعے عورت کو پہلے سے بھی زیادہ پسماندہ کیا۔ عورت کو اپنے زیرِ تسلّط رکھنے کے لئے مذہبی تعلیمات کا سہارا لیا۔ نئ اصطلاحات کے تحت مسلمان خواتین نے مساوات مردوزن کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کی تشریحات پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے اور حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو کی ضرورت کو اُجاگر کیا جبکہ سنجیدہ محققین نے حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو کو خاندانی نظام کی تباہی کا ذمّہ دار قرار دے دیا دوسری طرف دیکھیں تو خواتین کے حوالے سے مغرب میں مسلمان فیمینسٹ خواتین کی دینی تعبیرات کو

پذیرائی اور حوصلہ افزائی سے نوازا گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ "اگر مغرب سے آیا ہوا کوئی غیر اسلامی عنصر اسلامی ڈھانچے میں فِٹ نہیں ہوتا تو اس کی خاطر ڈھانچہ نہیں بدلا جائے گا، بلکہ پرزہ ٹھکرایا جائے گا"۔[9]

حقوقِ نسواں اور فیمینسٹ خواتین کی آراء:

تانیثیت سے متعلق گزشتہ دہائیوں کے دانشورانہ کلامیوں میں نیا رجحان اسلام کے مقدس متون قرآن و سنّت کے تفسیر اور تشریحات مثلاً احادیثِ شریعت، فقہ و فتویٰ کی تشکیلِ نو سے ہے۔ ان کا بنیادی مقصد اسلام کے مذہبی ادب اور مسلم معاشرے میں رائج صنفی امتیازات کو ختم کرتے ہوئے صنفی مساوات کی تلاش و جستجو، معاشرتی تشکیل نو اور اس کے پس منظر میں شرعی، ادبی تخلیق کے زاویوں کو پیش کرنا ہے۔ اسماء برلاس اور فاطمہ مرنیسی نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ حقوقِ نسواں سے متعلق اسلام کے مقدّس متون قرآن وحدیث کی جو بھی تفسیر اور تشریح ہے، زمانوں سے مسلمانوں کے زیرِ مطالعہ ہے وہ پدرسری نقطہء نظر پر مبنی ہے لہٰذا ہمیں خواتین سے تعلق رکھنے والی اسلامی علمی روایتوں کی اندھی تقلید منظور نہیں۔ یہ سب خلاسے اچانک وجود میں نہیں آگئیں بلکہ ان کے پیچھے مغرب میں آزادی نسواں کی تحریکیں سرگرم عمل ہیں۔

فیمینسٹ خواتین نے تکریمِ نسواں کی غرض سے نمایاں طور پر جن موضوعات کو پیش کیا ان میں خواتین کی جنسی آزادی، خواتین مخالف شرعی قوانین کی حمایت اور نفاذ اور شرعی معاملات مثلاً (بطور خطیبہ اور امامہ امامت) میں ان کی شمولیت بھی نمایاں ہے۔ ان خواتین نے سماج میں مردوں کے غلبے کے خلاف جن حقوق کا مطالبہ کیا وہ اصل میں اسلامی حقوق کے منافی ہیں۔ مثلاً ایک سے زیادہ شادیوں کے حوالے سے ان خواتین کا خیال ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا ایک طرح کی بدکاری ہے۔[10] دوسری طرف اسریٰ نعمانی نے نکاح کے تقدس کو پامال کیا۔[11] وہ نہ صرف خود کو مسلمان کہتی ہیں بلکہ ناجائز بچے کی ماں ہونے پر بھی شرمندہ نہیں ہیں وہ اپنے عمل میں اصلاح کے اسلامی نظریات کی اصلاح کے عزم کا اظہار کرتی ہیں۔ اسی طرح اسماء برلاس واضح کرتی ہیں کہ عربی زبان کا سمجھنا ضروری نہیں کوئی ترجمہ لے لیں اور قرآن پڑھ کر خود سمجھ لیں۔[12] الغرض اگر دیکھا جائے تو ان خواتین نے شریعت کے کئی قوانین مثلاً پردہ کا مسلط کیا جانا، گھر کو خواتین کا دائرہ قرار دینا، مردوں کی قوامیت، نکاح و طلاق میں ان کے حقوق اور باپ اور شوہر کی اطاعت کا حکم اور ایسے ہی دیگر معاملات سے متعلقہ اسلامی احکام کی خودساختہ تاویلیں کر کے اپنی تحریروں میں ان احکامات کو ماننے سے انکار کیا ہے، جو اسلام نے عورت کو دیئے ہیں۔ لہٰذا ان خواتین کی آراء میں عقل پسندی کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ بعض تو یہ بات کہنے سے بھی نہیں ڈرتی اور کہتی ہیں کہ ہمیں وہ قرآن نہیں چاہئے جو عورت کو آدھی شہادت کا مقام دیتا ہے۔ ہمیں وہ قرآن چاہئے جو ہمیں مساوات دے ۔ لہٰذا خود مجتہد بن کر ان لوگوں نے عورتوں کے لئے قرآن و حدیث سے مساوی حقوق برآمد کرنے کی ٹھان لی ہے۔[13] اسی طرح کا ایک بیان سابقہ پاکستانی پارلیمانی ممبر عاصمہ جہانگیر نے دیا تھا کہ اگر ہماری دیت آدھی ہے اور شہادت بھی آدھی ہے تو ہم نمازیں بھی آدھی پڑھیں گے اور روزے بھی آدھے رکھیں گے، حج بھی آدھا اور تمام اسلامی احکامات آدھے ادا کریں گے۔[14]

فیمینسٹ خواتین کی تشریحات دوسرے خواتین کے لیئے ایک بوجھ:

عورت کے حقوق اور زمہ داریوں کے حوالے سے اسلام توازن اور اعتدال کا درس دیتا ہے۔ فطرت اس طرح عورت کی نشوونما کرتی ہے کہ وہ ماں بن سکے اور اس کی گود میں نسل انسانی پروان چڑھے۔ اس کے لئے جن جذبات واحساسات، قوتوں اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی اسے فطرت کی طرف سے ملتے ہیں لیکن ماں بن کر نسل انسانی کو آگے بڑھانا کوئی وقتی اور ہنگامی مشغلہ نہیں بلکہ ایک طویل اور دشوار گزار عمل ہے۔ اس میں حمل، ولادت، رضاعت، بچہ کی پرورش، اور اس کی تربیت وغیرہ شامل ہیں۔ اس سارے عمل میں مرد بعض حیثیتوں سے اس کا شریک تو ہوتا ہے اور بالواسطہ اس کے ساتھ تعاون بھی کرتا ہے لیکن براہ راست اس کا بوجھ نہ اٹھاتا ہے اور نہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ سارا بوجھ تنہا عورت کو ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ اس میں اس کی توانائیوں اور صلاحیت کا بڑا حصہ صرف ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ اس پر وہ ساری سیاسی، سماجی اور معاشی زمہ داریاں ڈال دینا جو مرد پر عائد ہوتی ہیں اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ تانیثی ادب کے ذریعے تانیثیت پسند خواتین عورتوں کو حقوق دینے کی دعویدار ہیں لیکن اس کے برعکس اس پر ذمہ داریوں کے بوجھ لاد رہی ہیں، عصری تعبیرات کی وجہ سے عورت کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوا۔ اسری نعمانی عورت کی باجماعت نماز جمعہ امامت کے حق میں ہیں۔ ان کے مطابق وہ بذات خود عورت کو مسجد میں اس کے حقوق دلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اُن کی سوچ کے مطابق ہم اجتماعات کے ذریعے اپنے حقوق حاصل کرنے کی طرف پیش قدمی کریں گے کیونکہ امامت اسلامی عبادات کا اہم منصب ہے، ہم محراب ممبروں کو مردوں کے قبضے سے چھڑا کر اسلام کی خدمت کریں گی۔ الغرض عورت کا آزاد کیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو کامیاب ہونے کی بجائے الٹا نقصان دہ ثابت ہو گا اور نظام معاشرت میں بے حد پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔

حقوقِ نسواں کے نام پر بے پردگی اور اختلاط مرد وزن:

دور جدید کی تہذیبی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عورت کے اندر بے حیائی اور عریانی کا رجحان پیدا کر دیا ہے۔ تہذیب جدید نے اسے فطری اصول سے بغاوت کر کے حفاظت کے حصاروں سے نکال کر، آزادی، مساوات اور حقوق کے نام نہاد نعروں کے دھوکے میں مبتلا کر کے شمع محفل بنا دیا ہے اور اسلامی شعائر کو ہدف بنایا ہوا ہے۔

بے پردگی اور اختلاطِ مرد وزن کے حوالے سے اسماء برلاس کہتی ہیں کہ پردہ عورت پر مسلّط کر دیا گیا ہے جبکہ آمنہ ودود اختلاطِ مرد وزن کی حامی ہیں۔ وہ ایک جماعت کی امامت کو ثابت کر چکی ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو مرد وزن کے اختلاط سے اخلاقی نظام تباہ اور معاشرہ لا قانونیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے کردار کے تعین میں پردہ سر فہرست ہے۔ اسریٰ نعمانی کے اسلامی احکامات کی پیروی کا یہ عالم ہے کہ عورت کو مرد کے ساتھ گلے ملنے میں کوئی ممانعت نہیں۔[15]

اسی طرح آمنہ ودود قرآنی آیات کے حوالے سے دنیا و آخرت دونوں میں مرد وزن کے درمیان کلی مساوات کی شدّت سے حامی ہیں، انہوں نے مردوں اور عورتوں کی مشترکہ باجماعت نماز ادا کر کے اور عورت کی طرف سے امامت کر کے ہلچل مچائی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرد وزن کی برابری کے حوالے سے یہ خواتین کس حد تک آگے جا چکی ہیں۔[16]

حقوقِ نسواں کے نام پر خاندانی نظام کی بربادی اور جنسی بے راہ روی:

تاریخ کا تجربہ ہے کہ جب بھی عورت گھر سے نکل کر "شمع انجمن" بنی اور مجلسوں و محفلوں کی رونق بڑھانے لگی تو جنسی آوارگی عام ہوئی جو گندگی بند کمروں میں برداشت نہیں کی جاسکتی وہ بازاروں اور سڑکوں میں پھیلنے لگی۔ انتہائی قابلِ احترام اور پاکیزہ رشتے بھی اس سے محفوظ نہیں رہے۔ آرٹ اور کلچر سے جنسی جزئیات کی ترجمانی ہونے لگی۔ عریاں تصویریں کھینچے اور ننگے مجسّمے تراشے گئے۔ رقص و موسیقی کے نام پر عورت سے لذّت حاصل کی گئی۔ افسانہ، ڈرامہ، شاعری اور ادب کے ذریعے جنسی اعمال و کیفیات کی تشریح ہونے لگی۔ عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونا بن گئی۔ غرض پوری تہذیب جنس کی ترجمان بن گئی۔ خاندانی نظام اور جنسی بے راہ روی کے حوالے سے ان خواتین کی آراء دینی قوانین کے بالکل خلاف ہیں مثلاً اسریٰ نعمانی نے اپنی کتاب "Standing alone in Makkah" میں تقریباً ہر باب میں اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ وہ عام مسلمان عورتوں کی طرح منافق نہیں ہیں اور انہوں نے یہ خیال علی الاعلان ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ سوچتی ہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے باپ کو علی الاعلان غیر نکاح کردہ دوست ہی بتاتی ہیں اور اپنا شوہر ظاہر کرنے کی منافقت سے دور ہیں۔[17]

اصل حقیقت حقوقِ نسواں کی علمبرداروں کی دینی تعلیم سے بے رغبتی:

تانیثی ادب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان خواتین کی آراء زیادہ تر دین اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ دینی تعلیم سے دوری یا ناشناسی ہے۔ مثلاً اسماء برلاس کا کہنا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے عربی ضروری نہیں، کوئی بھی ترجمہ لے لیں اور خود سمجھ لیں۔ تفسیر و تعبیر کرنا جو بغیر علم یا بغیر دلیل کے ہو اور ذاتی یا مخصوص طبقہ کی علم پر مبنی ہو جائز نہیں، ان کے بارے میں قرآن و سنّت میں وعید آئی ہے جو شرعی احکام کو اپنی خواہشات کے تحت بدلتے ہیں، پھر اس بدلنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، ارشادِ ربّانی ہے: فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھٰذا من عنداللہ [18]

"پس ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے شرع لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے"۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: من قال فی القرآنِ بغیرِ علم فلیتبوا مقعدہ من النار۔ [19]

"جس نے قرآن کی تفسیر میں بغیر علم کے کچھ کہا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

قرآن میں اپنی تعبیر بغیر علم کے نہیں دینی چاہئے، ان کے لئے اُصولِ تفسیر اور اُصولِ فقہ کا جاننا ضروری ہے۔ ان علوم کو جانے بغیر کسی کو بھی تفسیر اور اجتہاد کا حق نہیں۔ مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی تاریخ سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ تھوڑی بہت علمی کوتاہیوں کے باوجود اور مختلف خطوں کے مسلمانوں کے داخلی مسائل اور معاشرتی رسوم کے فرق کے باوجود مسلمان معاشروں میں خواتین کے حقوق سے متعلق کوئی بڑی بے چینی دیکھنے کو نہیں آئی۔ مغرب میں جب اُنیسویں اور بیسویں صدی حقوق نسواں کی تحریکیں اُٹھیں تو اس وقت بد قسمتی سے مسلم ممالک سیاسی طور پر اور فکری لحاظ سے مغربی استعمار سے مغلوب اور مرعوب تھے۔ اس مرعوبیت نے جس طرح زندگی کے باقی شعبوں کو متاثر کیا اس طرح خواتین کے طبقے کو بھی متاثر کیا چنانچہ عورتوں کی آزادی، مساوات اور معاشرتی بندشوں کے خاتمے کی مغرب سے آنے والی آوازیں مسلم طبقے کے ہاں پذیرائی حاصل کرنے لگی، مغربی معاشرے حقوقِ نسواں کے لئے ایک مخصوص مذہبی و معاشرتی پس منظر تھا البتہ مغرب کی پیروی

میں مسلمان عورت کا حقوقِ نسواں کی تحریک میں شامل ہونا اور دین کے بعض اہم معاملات کو پسِ پشت ڈالنا اسلامی حقوقِ نسواں سے عدم واقفیت کی بناء پر ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے جس نے نہ صرف عورت کو حقیقی آزادی سے روشناس کرایا بلکہ اس نے اسے کھویا ہوا مقام واپس دلایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وعاشروھن باالمعروفِ [20] "اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ"۔

اس طرح ایک اور جگہ ارشادِ ربّانی ہے: و لھن مثل الذی علیھن باالمعروفِ [21]

"اور عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ وہی ہے جو مردوں کے لئے ہے"۔

پھر نبی ﷺ کا فرمان ہے: خیارکم خیارکم لنسائھم [22] "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے عورتوں کے حق میں بہتر ہو"۔

نیز آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی [23]

"تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو، میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں"۔

الغرض اگر دیکھا جائے تو مسلمان عورت کے حقوق پر اعتراضات چونکہ مغرب کے زیر اثر کیے جاتے ہیں اور یہ اعتراضات عورت کو جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں ان سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہیں عام مسلمان اپنے اس یقین اور ایمان کا زبان سے تو اظہار کرتا ہے کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے ہیں اور ان میں ترامیم اور تنسیخ کو وہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں براہ راست مداخلت تصور کرتے ہیں اور اسے روکنے اور اس قانون کو صحیح شکل میں باقی رکھنے کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کو بھی تیار نظر آتے ہیں لیکن وہ عملاً ان احکام کی پوری طرح پابند نہیں ہیں، بلکہ قدم قدم پر اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

نتائج البحث:

1۔ فیمنسٹ خواتین کا تانیثی ادب خواتین کو درپیش مسائل اور چیلنجز کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے البتہ یہ مغربی ادب اور فکر و تہذیب کے زیرِ اثر ہے، اس نے خواتین کو متعدد مسائل سے دوچار کر دیا ہے مثلاً دوہری ذمہ داری کے بنیادی حقوق سے محرومی، ظلم و ستم کا نشانہ بننا، عزت و توقیر میں کمی وغیرہ۔

2۔ قدیم جاہلیت نے عورت کو پستی کے گڑھے میں پھینک دیا تھا جبکہ جدید جاہلیت نے اسے جس آزادی کا لالچ دے کر ذلت سے دوچار کیا۔ اسلام اس کے خلاف ہے کہ ایک طرف قدیم جاہلیت نے اسے زندگی کے حق سے محروم کیا اور جدید دور میں اسے زندگی کے ہر میدان میں دوش بدوش اور شانہ بشانہ چلنے کی ترغیب دی اور گھر کی چاردیواری سے نکال کر شمع محفل بنا دیا، یوں عورت اپنا عزّت و وقار کھو بیٹھی، اور آزادی کے نام پر مغرب کی غلامی کا شکار بنایا جارہا ہے۔

3۔ آج فیمنسٹ خواتین کی آزادی کی وجہ بے حیائی کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے جبکہ اسلام قرآن کے ذریعے خواتین کا مقام، حیثیت اور حقوق متعین کرتا ہے۔ قرآن ان تمام برائیوں کا علاج کر سکتا ہے اور کیا ہے جو عورت کی تمام قوتوں کو ضائع کر رہی ہے۔

4۔ مغرب متاثر فیمنسٹ خواتین کا "مرد وزن کی برابری کا پُرکشش نعرہ" محض دلفریب ہے بلکہ اس نعرے نے خواتین کے حقوق کو ان سے چھینا ہے اور ان کی مشکلات میں اضافہ کیا ہے اور بے حیا بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے جبکہ مذہبِ اسلام کے ذریعے قرآن و سنّت نے عورت کو جو حقوق دیے وہ اس کی فلاح و بہبود کا باعث ہیں۔

حوالہ جات:

1Nancy F.cott, the grounding of modern feminism (London): Yale university press1987.13

[2] Feminism 'Oxford English Dictionary (3rd Edition)university, press 2012

[3] Britannica concise encyclopedia, Elinor Burkett, Laura Brunell, The Editors of Encyclopedia Britannica, 2019, Topic feminism.

[4] Fatima Mernissi, Women and Islam, A historical anthological Enquiry Oxford: Black well,1991

[5] Bardan, Margot Islamic feminism, Sciences Po. CERI CNRS, p,1, https://www.sciencespo.fr/ceri/sites/sciencespo.fr.ceri/files/ci_feminism_iran_mb.pdf

[6] www.bbc.com, 14:30 GMT, Thursday, 16 October 2008 15:30 UK

[7] Moghadam,Valentine M, Islamic feminism and its discontents to wars are solution of the debate, journal of women and culture and society,2002,vol27

[8] ڈاکٹر محمد خاور نوازش، مصباح خان، تاریخ میں عورت کی معاشرتی حیثیت، ڈاکٹر مبارک علی کی تحریروں کی روشنی میں تحقیقی جریدہ، جلد3 شمارہ 1

[9] محمد قطب، اسلام اور جدید افکار ، اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ، اپریل 1981 ص-430

10فاطمہ مرنیسی، حجاب سے آگے، ناشر: مشعل، نیو گارڈن لاہور، ت ن، ص-66

[11] Standing alone in Makkah by Asra Noumani, an American women, struggle for the soul of Islam, Harper san Francisco, A division of Harper publishers 2005,(preface),p,9

[12] Believing women in Islam, A Brief Introduction, Asma Barlas, University of Texas Press Austin, First Edition, 2019, p, XII

[13] Women of Pakistan two steps for wardone steps back by khawar mumtaz, p73

14ثریا بتول، جدید تحریکِ نسواں اور اسلام، ادارہ مطبوعات خواتین، لاہور، طبع اول، 1998، ص، 47

[15] Standing alone in Makkah by Asra Noumani, an American women, struggle for the soul of Islam, Harper san Francisco, A division of Harper publishers 2005, P-283

[16] Standing alone in Makkah by Asra Noumani, P,293

[17]Ibid.

[18] سور البقرہ79

[19] ابو عیسی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، نعمانی کتب خانہ لاہور، اشاعت، 2010، ص315

[20] النساء19

[21] البقرہ228

[22] ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار الحیاء تراص العربی، 2012، حدیث، 1978

[23] ایضاً: رقم الحدیث، 1977۔